حقوق العباد

حقوق والدین

محمد ارشاد علی

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

حقوق العباد

حقوق والدین

الحمد للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيّ مُحمَّد وعلى آله وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ امَّا بَعْدُ فَقَالَ الله عَزَّ وَجَلَّ فِي القرآن المجيد والفرقان الحميد- أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ-

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ [الإسراء: ١٧:٢٣]

اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ تیرے سامنے بوڑھاپے کو پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو اُن کو اُف نہ کہہ اور نہ اُن کو جھڑک اور ان سے احترام سے بات کر۔

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الإسراء: ١٧:٢٤]

اور نرمی سے عجز کے بازو جھکادے اور کہہ کہ اے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے بچپن میں پالا۔

﴿رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا﴾ [الإسراء: ١٧:٢٥]

تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے؟ اگر تم نیک رہو گے تو وہ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

فرزندان اسلام و برادران عزیز۔ السَّلَامُ عَلَيْكُم ورَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

حق کا ادا کرنا عدل ہے اور حق کا ادا نہیں کرنا ظلم ہے۔ حقوق کس کے کیا ہیں ان کا تعین (fixation)، انسان اپنی عقل سے نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں، جیسے خود اللہ کے اور رسول کے حقوق ہیں، بندوں کے بھی حقوق ہیں۔ سہولت کے خاطر حقوق اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) اللہ کے حقوق۔ (۲) بندوں کے حقوق۔ (۳) اپنے نفس کے حقوق۔

بندوں کے حقوق میں حسب ذیل لوگ آجاتے ہیں۔

(۱) والدین کے حقوق۔ (۲) اولاد کے حقوق۔ (۳) رشتہ داروں کے حقوق۔ (۴) بیوی شوہر کے حقوق۔ (۵) رعایا اور حکومت کے حقوق۔ (۶) پڑوس کے حقوق۔ (۷) عام مسلمین کے حقوق۔ (۸) نوکر اور مالک کے حقوق۔ (۹) دوست واحباب کے حقوق۔ (۱۰) غیر مسلمین کے حقوق۔

جب سارے حقوق ادا کیے جاتے ہیں تو اسلامی معاشرت، اسلامی سیاست، اسلامی معیشت وغیرہ روبہ عمل آتے ہیں۔ آج میری تقریر کا عنوان حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق میں سے حقوق والدین ہے۔

حقوق العباد میں سب سے اہم معاملہ والدین کے حقوق کا ہے۔یوں بھی حقوق العباد کا مسئلہ اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ ان کے ادا کرنے میں کوتاہی یا کمی ہو جاتی ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ صرف دو صورتیں رہ جاتی ہیں (۱) یا تو اُس بندے کا حق ادا کر دیا جائے (۲) یا اس سے معافی مانگ لی جائے ورنہ آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑیگا۔ حقوق والدین کے سلسلے میں ابھی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے وہ سورہ بنی اسرائیل کی تین آیات ہیں۔

یہ سورت مکہ معظّمہ میں اُس وقت نازل ہوئی جبکہ نبوت کے ۱۲ سال وحدت رسالت اور آخرت والی باتوں کو سمجھانے میں گزر چکے تھے اور ہجرت کیلئے ایک سال باقی تھا۔ گویا اسبات کی پیش بندی اس آیت کے نزول سے ہو رہی تھی کہ ایک سال بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کے آداب کیا ہونی چاہئیے۔ کیونکہ حقوق کی درجہ بندی اور حد بندی وہ چیز ہے کہ مسلمان اگر اِن کو پوری طریقہ سے ادا کرے تو مذکورہ اسلامی شعبہ جات زندگی ظہور پذیر (ظاہر) ہوتے ہیں۔ سورہ اسراء کی آیت نمبر ۲۳ کا پہلا فقرہ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (اور فیصلا کر دیا تیرے رب نے اے رسول ﷺ یہ کہ تم مت عبادت کرو سوائے اللہ کے) اس میں اسبات کا تاکیدی حکم ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے۔ معبود برحق کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں۔ کسی کا

حق اسی وقت بنتا ہے جبکہ اسکی طرف سے کسی پر احسانات اور انعامات ہوتے ہیں جیسے اللہ کا معاملہ ہے ۔ اُسکے احسانات بندہ پر ہیں اسلیئے اُسکے حقوق بھی بندہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے احسانات اور انعامات بندے پر کسقدر ہیں اُن کا شمار کرنا ناممکن ہے ۔ آسمانی بارش کے قطرے اور آسمان کے تاروں کو گنا جا سکتا ہے، سمندر کے کنارے کے ریت کے ذرات شمار کیے جا سکتے ہیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احسانات وانعامات کی ہر دم اور ہر لمحہ جو بارش ہو رہی ہے ان کا شمار مشکل اور ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نعمتیں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مادی نعمتیں (۲) روحانی نعمتیں۔

مادی نعمتیں جیسے انسانی وجود، ہوا، پانی، غذا، روشنی، گرمی، لباس، مکان، زمین، نباتات، جمادات، حیوانات، چرند، پرند درند، غلہ جات، میوہ جات، سبزیان وغیرہ، اسی طرح روحانی نعمتین ہیں جیسے ایمان، معرفت، دنیوی علوم، صلاحتیں، اللہ اور رسول کی محبت، اسلام جیسے مذہب کی پیروی کی توفیق، عظمت خداوندی، جذبہ شکر وصبر، آخرت کی نعمتیں وغیر اور فرمایا خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا اس طرح ارشاد نبوی ہے فَإِنَّ الدُّنيا خُلِقَت لَكُم و أنتُم خُلِقتُم لِلآخِرَةِ ساری دنیا تمار لیے بنائی گئی ہے اور تم آخرت کیلیئے، ساری کائنات انسان کے آگے جھکے اور انسان رب العزت کے آگے جھکے۔ ناک اور پیشانی انسانی جسم میں عزت کی چیز ہے اُسی کو اللہ رب العزت کے سامنے سر بسجود ہو کر رگڑے۔ جسطرح خدائ نا قابل تقسیم ہے اس طرح اُسکی عبادت بھی نا قابل تقسیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں، رحمتوں اور احسانات کی بارش کے جواب میں انسان سے جس چیز کا مطالبہ کرتا ہے وہی اللہ کا حق ہے۔ اُس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اُس سے جو معاہدہ کلمہ کے

ذریعے کیا گیا ہے اُسکو پورا کرے۔ کلم کے ے لف (**لاَ اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ + مُحَمَّدٌ رَسُوُل اللّٰهِ**) اور اُسکی تشریح اور توضیح کیلیئے قرآن کے ۳۰ پارے ہیں۔ اللہ کا حقِ وحدانیت کیا ہے؟ اُس کو سمجھنے کیئے قرآن فہمی اور قرآن دانی ضروری ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں دو چیزین بہت زیادہ مظلوم ہیں ایک حُسین اور دوسرا قرآن کریم۔ قرآن اِس اعتبار سے مظلوم ہے کہ اس کا حق ادا نہیں کرتے ہیں۔ اس کا حق یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اُسپر عمل کرین.... قرآن میں کلیات ہیں اور ان کی تفصیل احادیث کی صورت میں ہے۔

دین اسلام کی صحیح تصویر اِن دونوں کو ملا کر دیکھنے میں نظر آ ئیگی۔ قرآن مجید کی تاویل (interpretation) اگر بے جا (improper) ہوتی ہے تو گمراہی ہے اور احادیث میں موضوع (جھوٹی حدیث) اور مرفوع کا فرق ملحوظ (consider) نہ رکھیں تو گمراہی ہے (صرف اہل بیت کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے ۳ لاکھ احادیث گھڑے جا چکے ہیں)۔ قرآن کے معانی کے بجائے صرف صورتوں (الفاظ) کو مطلوب سمجھ لینے سے اُس کو رٹ کر یاد کرنیکی کوشش ہوتی ہے حالانکہ قرآن کے احکام "روح مُومن" کو تڑپانے اور "قلبِ مُومن" کو پگھلانے کے سامان میں سے ہیں۔ قرآن ورزش لسانی تک محدود نہ کی جائے۔ اللہ سے دعا کرنے اور دعا کرانے کے بجائے ساحرآنہ عملیات اور سفلی عملیات کو دین حق سمجھا جارہا ہے۔.. باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ۶۰ھ کے بعد کے حالات مسلمانوں کے اور مسلم حکمرانوں کے نا قابل

بیان ہیں نہ ان میں دینداری رہی اور وہ نہ دین کی اور شریعت کی پرستی کیے۔ الا ماشاء اللہ۔۔۔

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال
یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

بقول کسی انگریز مفکر کے

With religion a Muslim is so wicked, with out Religion what he would be.

آیت نمبر ۲۳ کا دوسرا فقرہ ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو) لفظ "احسان" معنی کے اعتبار سے بہت وسعت رکھتا ہے۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ اچھا کام کرنا۔ اچھی طرح کرنا۔ مالی اعتبار سے، بدنی اعتبار سے، قولی اعتبار سے، فعلی اعتبار سے، ہر وقت ہر لمحہ دن میں رات میں کرنا۔

ماں باپ کے حقوق کا اندازہ اور اہمیت کیلئے یہ بات کافی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن کریم میں دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم اپنی تعلیم اور ہدایت میں والدین کے حقوق کو جُزِ ایمان کا درجہ دیتے ہیں۔ سورہ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور میرے شکر کے بعد والدین کا شکر ادا کرو۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ [لقمان: ١٤]

(اور ہم نے انسان کواُس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اسکی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسکو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹنا ہے۔ کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آتا ہے۔)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے شکر کے بعد والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں اُن کو تکلیف نہ دیں۔ اس طرح صورہ بقرہ آیت نمبر ۸۳، سورہ النساء آیت نمبر ۳۶ اور سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۱ میں ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسطرح قرآن مجید مین جملہ پانچ مقامات میں جھاں اپنے حق (توحید اور عبادت) کے بعد والدین کے حقوق کو ادا کرنے کی تاکید ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ کا تیسرا فقرہ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ (اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو تو نہ کہنا ان کو اُف)

اگر ماں باپ توانا (healthy) ہوں، آسباب معیشت بھی درست ہوں، جسمانی حالت بھی اچھی ہو تو اولاد با وجود بالغ اور ذی شعور ہونے کے ماں باپ سے مرعوب (impressed) رہتی ہے۔ کسی قسم کے غم و غصہ یا نفرت یا حقارت کے جذبات کا اظہار مان باپ کے سامنے نہیں کر سکتی۔ لیکن ایسا اکثر اوقات ہوتا ہے کہ ماں باپ ضعیف اور لاچار ہوتے ہیں نہ جسمانی قوت اور نہ مالی قوت اور نہ دماغی کیفیت اور نہ توازن صحیح ہوتا ہے۔ کیونکہ جو زمانہ شباب تھا۔ دولت کمانے کا تھا، کھانے کا اور کھلانے کا تھا وہ گزر چکا۔ اولاد کی پروش میں، تربیت میں، اُن کی تعلیم

میں، اُن کی زندگی سنوارنے میں۔ اُن کا گھر بسانے میں، اُن کی ہمدردی شفقت اور دیکھ بھال میں، اُن کے دکھ کو سکھ میں بدلنے میں۔ اب ضعیفی میں خود ماں باپ کا جسم اُن کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ اُٹھے تو بیٹھنا مشکل، رفع حاجت کو جانا، نہانا۔ دھونا۔ کھانا۔ بستر صاف کرنا کوئی کام خود اپنا نہیں ہو سکتا۔ کان۔ دماغ اور زبان بھی ساتھ نہیں دیتے۔ گویا ضعیف ماں باپ کی وہی حالت ہو جاتی ہے جو اُن کی اولاد کی اُن کے چھوٹے پن میں تھی اور ماں باپ اُسی وقت ان کی ہر طرح حفاظت کرتے تھے اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اگر تمھارے ماں باپ کی حالت ویسی ہو جائے تو تم بھی اُن کی سرپرستی، نگرانی اور خدمت ایسی ہی کرو جیسے وہ تمھارے لیے تمھارے چھوٹے پن کے رب تھے۔ اسوقت تم اُن کے محتاج تھے آج وہ تمھارے محتاج ہیں۔ کبھی وہ تمھاری دلجوئی اور راحت انسانی کے سامان کرتے تھے۔ آج تم ان کے ساتھ ویسا ہی سامان کرو، یہاں تک کہ جو تکلیف کم سے کم اُفؔ کے کہنے سے پہنچ سکتی ہے وہ بھی تمھاری طرف سے نہ پہنچ سکے۔ لفظ اُفؔ دراصل لانمبی سانس کا لینا ہے جو اظہارِ ناگواری کا ایک معروف طریقہ ہے۔ بڑھاپے میں چڑ چڑاپن، تلخ مزاجی، بے صبری بڑھ جاتی ہے اس پر بدن ساتھ نہیں دیتا، پیشاب کا قطع ہو جانا، حاجت کا خیال نہ رہنا۔ ستر کا ہوش نہ رہنا وغیرہ۔۔۔

ہوش و حواس و تاب و تواں داغؔ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

ایسے حالات میں جوان اولاد کیلئے عموماً اور طبعاً خدمت گذاری گراں گذرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ خصوصاً ایسی عمر کا ذکر فرمایا کہ ایسے وقت میں اُن کو کم سے کم تکلیف بھی نہ ہونے پائے۔ ان احکامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کی

ذات کو کس قدر عظمت اور بزرگی بخشی ہے۔ایسی صورت میں اولاد کیلئے ضروری ہے کہ وہ والدین سے مطیع، خدمت گذار، ادب شناس ہو جائے۔ یہ احکامات، کوئی اخلاقی سفارشات نہیں ہے بلکہ انہیں کی بنیاد پر دیگر شرعی قانون ، حقوق اور اختیارات طے کیے گئے ہیں۔ جسکی تفصیل حدیث اور فقہ میں ملتی ہے۔

خدا انسان کا خالق، رازق اور رب، سب کچھ ہوتے ہوئے غیب میں ہے اور وہ اپنے کو منوانے کیلئے انسان کے سامنے نہیں آتا، بلکہ انسان خود محض اپنے ارادے سے اُسکی بڑائی اور اپنے عجز (helplessness) کو تسلیم کرتا ہے حالانکہ کوئی ظاہری دباؤ اس سلسے میں اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح بوڑھے ماں باپ کا اپنی جوان اولاد پر کوئی مادی زور نہیں ہوتا بلکہ اولاد اپنی آزادانہ ذہنی فیصلے کے تحت یہ خدمت ماں باپ کی کرتی ہے۔ موجودہ دینا میں آدمی کا امتحان یہی ہے کہ وہ بغیر کسی دباؤ اور مجبوری کے حق اور انصاف کی راہ پر چلتا ہے یا نہیں۔ یہ اختیارانہ عمل ، انسان کیلئے بڑا سخت امتحان ہے۔ بندہ جب اللہ کی غلامی میں آ جاتا ہے تو اختیار رکھتے ہوئے بھی اسکے احکام کے سامنے بے اختیار ہو جاتا ہے۔

ہو گیا جس دن سے اپنے دل پر اُس کو اختیار
اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (آیت ۲۳ کا یہ آخری فقرہ ہے) (اور نہ جھڑک تو اُن کو اور اُن کے ساتھ احترام سے بات کر) دن رات ایک جگہ رہنے سے اور ماں باپ کی عمر کے تقاضے اور دیگر عوارض (diseases) کی بناء پر کبھی اولاد بیزارگی بھی محسوس کر سکتی ہے اسلئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کہیں لاپروری یا

سبقت لسانی یا کسی اور وجہ سے ایسا نہ ہونے پائے کہ آواز میں سختی آجائے اس لئے ادب کا لحاظ رکھو۔ محبت اور شفقت کے نرم لہجے میں بات کرو۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ نے فرمایا کہ جس طرح ایک غلام کسی سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے اُسی طرح اولاد اپنے ماں باپ سے بات کرے۔ خاص طور سے اولاد کو والدین کی ضعیفی میں زیادہ صبر کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اللہ کے احکام پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن کا جہاد یہی ہے کہ وہ غیر خدا پرستانہ دنیا میں خدا پرستانہ زندگی گزارنے کی کوشش کرے کیونکہ دنیا اس طریقہ حیات کا نام ہے جسکو انسان حالات حاضرہ کے تحت اختیار کرلیتا ہے۔

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الإسراء: ١٧:٢٤] (اور جھکادے اُن کے آگے کندھے عاجزی کرکے نیاز مندی سے اور کہہ اے رب رحم کر اُن دونوں پر جیسا پالا اُنھوں نے مجھکو بچپن میں) اولاد کو نصیحت کی جاتی ہے کہ والدین کے سامنے عاجزی سے پیش آئیں، کندھے اولاد کے جھکے ہوئے ہوں اور یہ معاملہ دکھادے کے محبت دل سے ہو دل میں اُن کیلئے رحمت شفقت اور محبت ہو، قلب میں اولاد کے ایسے جذبات ہوں اور جسم عاجزی اور خاکساری کا مجسّمہ ہو۔ والدین کے سامنے اس طرح عاجزی سے پیش آنے کو اولاد اپنے لیے بے عزتی نہ سمجھے بلکہ اِسی میں عزت ہے۔ والدین کے احسانات چونکہ بے شمار ہیں اولاد کیلئے اِس لحاظ سے اُس کے جواب میں اُن

احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتی، ایسی صورت میں مزید ان کو خوش رکھنے کیلئے یا اپنا حق پوری طریقہ سے ادا کرنیکے لیے اولاد اپنی ماں باپ کیلئے دعاء خیر کرے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مشکلات کو اس دنیا میں آسان فرمائے اور بعد وفات غریق رحمت فرمائے اور اگر والدین مسلمان نہ ہوں تو اولاد انکے لیے بھی دعا کرے کہ ان کو اس دنیا میں تکالیف سے نجات دے اور وفات سے قبل توفیق ایمان نصیب فرمائے۔

میں نے اِسوقت تک سورہ بنی اسرائیل کی دو آیات ۲۳ اور ۲۴
کی تشریح کسی حد تک کی ہے اب میں اُن اسباب کو مختصراً آپ کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر اولاد ماں باپ سے محبت ویسا نہی کرتی جیسا حکم دیا گیا ہے اسبات کو سمجھنے کیلئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انسانی فطرت کے تقاضے کیا ہیں ماں باپ کو جتنی محبت اولاد سے ہوتی ہے اتنی محبت اولاد کو ماں باپ سے نہیں ہوتی اِسکی دلیل یہ ہیں ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾[الأنفال: ٢٨]. (خبر دار جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں امتحان کی چیز ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے پاس بدلہ دینے کیلئے بہت کچھ ہے۔

سب سے پہلے لفظ فتنہ کے معنی سمجھ لے جو اُردو میں اکسر غلط طریقہ سے استعمال ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں فتنہ کے لفظ کو تین معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) امتحان و آزمائش (۲) خدا کے عذاب کا سبب (۳) عذاب۔ اس آیت میں مال اور اولاد کو جو فتنہ کہا گیا ہے تینوں معنوں کی گنجائش اس میں موجود ہے۔ یعنی مومن کیلئے اس کا مال اور اسکی اولاد ایک امتحان ہے، عذاب خدا کا ذریعہ ہے اور دنیا میں

عذاب بھی ہے۔ اس میں شک نہیں مال اور اولاد دونوں مومن کیلئے عطیہ اور انعام خوداوندی ہے، اس کے ساتھ ساتھ بندے کے دل میں مال اور اولاد کی محبت بھی رکھ دی گئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے کہ وہ آیا اِن کی محبت کو میری محبت پر ترجیح دیکر میرے احکام کے مطابق خرچ کرنے سے روکتا ہے یا میری محبت کو اُن کی محبت پر ترجیح دیکر آخرت کے اجر عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مومن کیلئے سب سے بڑا مسئلہ آخرت ہے اور مال اور اولاد وہ چیز ہے جو اس بڑے مسئلہ سے غافل کر دیتے ہیں، مومن جان لے کہ مال اور اولاد ذریعہ ہے منزل نہیں ہے ضروریات زندگی میں سے ہیں نہ کہ مقاصد زندگی میں سے ہیں اور ہر وقت مومن کے ذہن میں یہ بات رہے کہ ایک دن اس حیات فانی کے بارے میں پوچھ ہو گی اور اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حقیقت میں ہم جن کو بیٹا بیٹی کہتے ہیں وہ دراصل ایک امتحان کا پرچہ ہے اور جس کو مال و جائداد کہتے ہیں وہ بھی ایک امتحان کا پرچہ ہے۔ دوسری طرف اللہ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایمان خالص ہو۔ امانت مؤمن کی صفت ہو اور غداری سے دور رہے۔ جب مال اور اولاد کی محبت، اللہ کی محبت پر غالب آجاتی ہے تو مؤمن ایمان سے منافقت کی طرف، امانت سے خیانت کی طرف اور راست بازی سے غداری کی طرف چلا جاتا ہے۔ نہ صرف اِسقدر بلکہ یہی اولاد کی محبت ہے جو مؤمن کو اللہ کے ذکر سے غافل اور اللہ سے بھی غافل کر دیتی ہے۔ اسطرح اس آیت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ ماں باپ کو اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس کے بر

خلاف اولاد کو، ماں باپ سے اسقدر محبت نہیں ہوتی یہ ایک فطری بات ہے۔ ماں باپ کا فطری رحجان یہی ہے کہ تم ان کے ساتھ محبت اور ادب سے پیش آو۔ ماں باپ یہ نہیں چاہتے کہ وہ اچھا کھائیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اچھا کھانا اچھا پہنتا دیکھکر خوش ہو جائیں۔ تمھاری طرف سے محبت اور ادب ہی اُن کی رضا کا سبب ہے۔ادب اخلاق کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حُسنُ الخُلُق نصف الدین (اچھے اخلاق آدھا دین ہیں)۔

کسی مومن کے ہوں اخلاق اچھے
توآدھا دین ہے حصّہ میں اُس کے

ادب کیا ہے ؟ ماں باپ کا حکم ماننا بشرطیکہ وہ حکم اللہ اور رسول کے احکام کے موافق ہو جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ لا طَاعَةَ لِيَخْلُوق فِي مَعْصِيَةِ الخالق (اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتے ہوئے بندوں کی اطاعت نہ کریں)

بے ادبی کیا ہے ؟ ماں باپ کے حکم کے خلاف کرنا یا اپنی مرضی چلانا یا کسی اور کی مرضی پر چلنا۔ اپنی مرضی پر اولاد کیوں چلتی ہے ؟۔اِسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اُن کو ماں باپ کی عظمت جو اللہ کی نظر میں ہے اُس سے واقف نہیں کرایا جاتا۔ دینی تعلیم وتربیت اور دینی ماحول نہیں ملتا۔ اگر یہ سب ہو تو اپنی مرضی پر چلنا ضرور چھوڑ دینگے۔ اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ اپنی مرضی کے علاوہ اپنی بیوئی کی مرضی پر کیون اولاد چلتی ہے۔اسکے وجوہات کو سمجھنے کیلئے کچھ اسکے نفسیاتی پہلووں کو سمجھنا ضروری ہے۔ پھر اسکے بعد عورت کا مقام مذہب اسلام میں اور مذہب اسلام کے قبل کیا تھا مختصراعرض کرونگا۔

انسانی فطرت سھولت پسند واقع ہوتی ہے۔ اور وہ بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔ کسی قسم کی پابندی اس کو گوارا نہیں۔ انسان عورت کے بارے میں دو قسم کی قوتوں کے دباؤ میں آجاتا ہے ایک تو وہ انس و محبت اور میلان کا جذبہ ہے جو مرد کی فطرت میں عورت کیلئے قدرتاً رکھا گیا ہے دوسرا وہ رجحان ہے جو جنسیاتی جذبات سے پیدا ہوتا ہے ان دونوں قوتوں سے عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور خاص طور سے اسوقت جبکہ لڑکا شادی شدہ ہو۔ اگر عقل ان دونوں قوتوں پر احکام الٰہی کی روشنی میں غالب آجاتی ہے تو والدین کے حسن سلوک میں کمی نہیں ہو سکتی اور اگر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ یعنی عقل، دنیوی علوم کی روشنی میں ان دونوں قوتوں سے مغلوب ہو جاتی ہے تو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک میں کمی ہو جاتی ہے اور بعض صورتوں میں حسن شکوک ہی نہیں ہوتا اور بعض صورتوں میں حسن سلوک اہلیہ کے والدین اور نسبتی برادران کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور خود کے ماں باپ رشتہ داروں کے سلوک کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اسلام اور اسلامی معاشرہ اسبات کی اجازت نہیں دیا کہ خود کے ماں باپ رشتہ داروں کے محتاج ہو جائیں اور خود سسرال کے حوالے ہو جائیں۔ بہر حال مرد پر ایک طرف فطری اور جنسیاتی دباؤ ہوتا ہے اور دوسری طرف علمی (شرعی علم) اور عقلی دباو ہوتا ہے۔ اکثر فطری دباو غالب آجاتا ہے۔

کچھ مزہ گندم کا، کچھ حوّا کا خیال
آپ ہی کہیے کہ اس موقع پر آدم کیا کرے

یہہ تو ہوا انسان کا نفسیاتی تجزیہ اب آپ سمجھے کہ عورت کا تاریخی پس منظر کیا تھا؟ جبکہ اسلام نہیں آیا تھا۔ آج سے ۱۴ سو سال قبل یعنی ۶۱۰ ع سے پہلے دنیا جہالت

اور ضلات کے اندھیرے میں تھی، ظلم وزیادتی کی ہوش رُبا (ہوش اُڑانے والی) آندھیاں چل رہی تھی۔ کرّہ ارض کرّہ نار بن گیا تھا فتنہ و فساد کی وجھ سے۔ ذرّہ ذرّہ سے باطل کے چشمے اُبل رہے تھے۔ پتے پتے سیاہ کاری کا پرچم بنے ہوئے تھے۔ نسل آدم، کفّرو شرک کے دلدل میں تھی۔خدا پرستی کی بزم سنسان، روحانیت کے میکدے ویران، مروّت و محبت کی نہریں خشک، اخلاق و مکاریم کا لہلہاتا چمن نذرِ خزان، مہرِ وفا کی شمع بے نور اور عضمت و حیا کا فانوس خموش، بزم کائنات بیواؤں کی آہوں اور یتیموں کی سسکیاں سننے والوں سے خالی، ابن آدم جبر واستبداد کے بھوت بنے ہوئے تھے۔ ظلم کی گرم بازاری، شیطانیت کی حکمرانی، زبر دستوں سے زیر دستوں، کمزوروں مجبوروں اور مفلسوں پر ظلم کے آرے چل رہے تھے۔ ایسے حالات میں جو مخلوق سب سے زیادہ بے یار و مددگار تھی وہ عورت تھی۔ نو مولود لڑکی کو جو بَنَفْشَہ کی کلی سے زیادہ نازک ہوتی تھی باپ اپنے قوی ہاتھوں سے خود ریت کے تودوں میں دبا دیتا تھا یا گلا گھونٹ دیتا تھا۔ کس کے سینہ میں دل تھا جو ان بے زبانوں کی حکایات سنکر تڑپ اٹھتا۔ کون ایسا تھا جو اس مجسمہ بے کسی کو دیکھ کر بے قرار ہوتا۔ کسی کی آنکھیں ایسی تھیں جو ان کی داستان خُوں چکاں (خون ٹپکتا ہوا) سن کر ڈبڈبائی۔

یکا یک ہوئی غیرت حق کو حرکت - بڑھا جانب بو قُبَیس ابرِ رَحمت۔ ادھر آفتاب اسلام اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ پہلوءِ آمنہ سے طلوع ہوا، اُدھر مظلوموں کے آقا، بیکسوں کے مولا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ سردار کونین أفضل الأنبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل آدم کو آواز دی۔ اتَّقوا اللهَ في النساءِ (لوگو! عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو) عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوف (لوگو! عورتوں کے ساتھ اچھے

طریقے سے زندگی گزارو) خیرکم خیر کُمْ بِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ بِاهلِي (اے اللہ کو واحد اور مجھکو رسول جاننے والو! تم سب میں اچھا وہ شخص ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا إنَّما الدُّنيا متاعٌ ولَيسَ مِن متاعِ الدُّنيا شَيءٌ أفضلَ منَ المرأةِ الصَّالِحةِ دنیا ایک متاع ہے جس میں سب سے بہتر پونجی "نیک عورت" ہے۔

اسطرح عورت جو انتہائی ذلّت میں گری ہوی تھی اِس تھکی ماندی مظلوم و محکوم مخلوق کو پناہ ملی تو کہاں ملی؟ آستانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

آدم سے لیکر ابن آدم تک مذاہب میں سے کسی مذہب نے یا تہاذیب میں سے کسی تہذیب نے، عورت کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کر کے اسکو صحیح، جائز، مناسب اور موزوں مقائم نہیں دیا سوائے مذہب اسلام کے۔ کسی شاعر نے میرے خیال کی یوں ترجمانی کی ہے۔

کہیں انسانیت کا جامہ پہنایا درندوں کو
کہیں مردانگی کی روح پھونکی نازنینوں میں

یہی وہ پاک دین ہے جس نے ان کے کھوئے ہوئے وقار کو قائم کیا۔ ان کو جائز اور فطری حقوق دیکر معزّز و محترم و مکرّم کردیا۔ یہی وہ محسن اعظم ہے جس نے عورت کو ذلّت اور اِدْبار (بد نصیبی) کی پستیوں سے نکال کر غیرت و وقار کے آسمان پر مہر وماہ بنا کر چمکایا۔ آج ۱۴ سو سال بعد اُس عورت کا حال دیکھئے جسکی زبان پر محمد رسول اللہ ہے وہ اس محسن کا کیا حق ادا کر رہی ہے۔ وہ اس مقدس مذہب کی کس قدر پابند یا غیر پابند ہے وہ اس مذہب کی تبلیغ کر رہی ہے یا اپنے قول و فعل اور

حال سے اس کو بدنام کر رہی ہے ۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں آپ نے اہل کوفہ کے نام فرمان روانہ کیا تھا کہ علموا النِّسَاءَ كُمْ سُورَةُ النُّورِ (لوگو! اپنی عورتوں کو سورۃالنور کی تعلیم دو) یہی وجہ تھی کہ اسوقت کی عورتیں بھی اس دین حق پر سے اپنے اہل و عیاں کو اللہ کی راہ میں قربان کر کے رسول اور اللہ کی خوشنودی کے خاطر کہا کرتی تھیں۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
آئے شہہ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

اب تک عورت کی تاریخی پس منظر کی کچھ جھلکیاں میں نے پیش کی اب عورت کا موجودہ منظر غور فرمایئے۔

آج کی دنیا وہ ہے جس میں اسلامی نظامِ معاشرت ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کو صدیوں سے تین عناصر سے نقصان پہنچا ہے۔ (۱) سرمایہ دارانہ نظام تمدن سے (۲) جمہوری نظام سیاست سے (۳) جدید اخلاقی نظریات سے مساوات کے معنی غلطی سے یہ سمجھ لیے گئے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی اور انسانی حقوق میں مساوی ہیں بلکہ تمدنی زندگی میں بھی عورت وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں چنانچہ سماجی، سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں نے اُسکی شخصیت (Personality) کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ گھر کی قائد عورت ، خاندان میں مشیر عورت، کارخانوں، دفتروں میں ملازم عورت ، تجارت کی فروغ کا ذریعہ عورت، دوکانوں میں ماڈل عورت کے، کھیل کود کے میدان میں عورت، سیاست میں مقابل

عورت، اسٹیج پر عورت، تفریحی مقامات میں عورت، کلب میں عورت، ہوٹلوں کے کونٹر پر عورت سے زینت۔ بقول اقبال

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

ذہنوں پر اس قدر چھا گئی کہ کمرہ میں، سرہانے تاج محل کا ماڈل، سیدھے ہاتھ پر جوڑوان تصویر، بائیں ہاتھ پر عورت، منی پرس (Money Purse) میں عورت، گھر سے باہر دیواروں پر پوسٹر عورت کی، اخبارات کی زینت عورت، میگزین میں عورت، ہفتہ واری میں عورت۔ اُسکی اہمیت اُسکی عظمت اور اُسکی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ امامت اور قیادت اُس کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ایسی قیادت اگر ہو تو متبعین کا کیا حال ہو گا۔ اسکو ایک شعر کے ذریعہ وضاحت کرتا ہوں۔

سمندر تیز، طوفانی ہوا، ٹوٹی ہوئی کشتی
یہی اسباب کیا کم تھے کہ اس پہ ناخدا تم ہو

ایسے ماحول میں مرد کا مزاج آج بھی وہی ہے جو عہد آدم میں تھا۔ مرد میں وہی اندرونی صنفی میلان (Internal sexual attraction) ہے لیکن جو بیرونی شہوانی محرکات تھے وہ رفتار زمانہ کے اعتبار سے (External sexual motives) بہت زیادہ ہیں۔ جیسے فحش ادب، اشتعال انگیز افسانے، ہیجانی ناول، حیاسوز اشعار، برہنہ تصاویر، البم نیم برہنہ، مصوّر جرائد، مزاحیہ پرو گرام، ڈرامے، ان سب کا سردار انٹرنیٹ۔ اس کے ہدایات اور ارشادات پر اختلاط مرد وزن، تقریبات میں،

تفریحات میں، تعلیمات ہیں، اسکی عکاسی ویڈیو کے ذریعے - اسطرح ویڈیو ذریعہ بنا اسبات کا کہ عورت میں حسن کی نمائش، عریانی لباس اور صنف مقابل کیلئے مقناطیس بننے کی خواہش چنانچہ یہ سب جسمانی آگ بجھانیکے نہیں بلکہ بھڑکانے کے سامان ہوئے۔

ایسے شیطانی حالات اور ایسی حیوانی تربیت، ایسی دین بیگانگی اور فکر عقبٰی (worries about after-life) سے فراغت کے ماحول میں لڑکی کا پیام و سلام اور شادی ہو جاتی ہے۔ اِدھر لڑکی کے تصوراتی اور تخیّلاتی ارمانوں کہ یہہ عالم ہوتا ہے کہ بس آج شادی ہوئی کل ایک نیا بنگلہ ہو، پرسوں اُسکے اندر سوفا ہو اور اُسکے باہر کار کھڑی ہو۔ ادھر نوشاہ کا یہ عالم ہے کہ جہیز کافی لے چکے، مہر کافی اونچا، اُدھار باندھ لیا گیا یہ دو مزید غلامی کی زنجیریں ہوئیں جو اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں میں ڈال لیے گئے۔ پہلے سے فطری میلان کی زنجیریں تھیں اب اور اضافہ ہوا۔ اب کس طرح وہ حکم یعنی وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا پر عمل ہو سکیگا؟

حاضرین کرام ! اب تک سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ + ۲۴ کی روشنی میں کسی قدر تفصیل سے حقوق والدین بیان کیے گئے ہیں۔ اب حقوق والدین ہی کے سلسلے میں چند احادیث گوش گزار کرتا ہوں۔

(۱) ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ والدین کا اُن کی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا وہ دونوں تیری جنت یا جہنم ہیں۔ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ يَعْنِي الْوَالِدَيْنِ

(۲) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رضا مندی ماں باپ کی رضا مندی میں ہے۔ بشرطیکہ خلاف شریعت کام کا وہ حکم نہ دیں۔

(۳) والدین جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو سب سے بہتر دروازہ ہے۔

(۴) تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کمر پر اٹھاتے ہوئے حطیم کے باہر کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا اُس نے حضور صلی الہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح ماں کی خدمت کر کے ماں کا حق ادا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔

(۵) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کی خدمت اپنے پر لازم کر لے کیونکہ جنت ماں کی قدموں کے نیچے ہے۔ فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اقْدَامِهَا۔

(٦) تم اور تمھارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ أنتَ وَمَالُكَ لا بيك۔

(۷) آپ نے ارشاد وفرمایا کہ تم ماں کی خدمت بہ نصبت باپ کے دوگنی کرو۔

(۸) آپ نے ارشاد فرمایا کہ والد کی دعا اپنے بیٹے کیلئے ایسی ہی ہے جیسی نبی کی دعا اسکی اُمت کیلئے ہوتی ہے۔ دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ كَدُعَاءِ النبي لِأُمَّتِّهِ۔

(۹) ماں باپ کو اولاد کا نظر رحمت سے دیکھنا مقبول حج کے برابر ہے ایک دید کا اجر ایک حج مقبول کے مساوی ہے۔

(۱۰) آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو بیٹا اپنے باپ کو غصّہ سے دیکھے وہ اطاعت مند بیٹا نہیں ہو سکتا۔ ما برَّ أباه مَن حدَّ إليه الطرْف بالغضب.

(۱۱) آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم اپنے ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو پھر باپ کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ۔

(۱۲) مان باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے رسول صل اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کون سا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے آپ نے ارشاد فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا اسکے بعد آپ نے ارشاد فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا پھر اسکے بعد آپ نے ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ ۔ اس طرح اللہ کے رسول نے والدین کی خدمت کو جہاد فی سبیل اللہ پر ترجیح دی۔

بڑھاپے میں آف نہ کہنا اس کا مطلب یہ ہے کہ ضعیف العمری ، مزاج میں تلخی ، بیماریوں کا لاحق ہونا ہر قسم سے محتاج ہو جانا ان حالات میں اولاد خدمت گزاری میں کپڑے دھونا بستر بدلنا، پاءخانہ پیشاب اٹھانا وغیرہ سے اور دیگر لحاظ سے خدمت کرنا پڑتا ہے ایسے میں صبر کا دامن چھوٹ سکتا ہے اسلئے فرمایا کہ احتیاط کریں اور احتیاط بھی اس کمال درجہ تک کریں کہ اس وقت اُف تک نہ کہیں - اور لب ولہجہ میں توقیر و تکریم کا خیال کرنا ہی قولاً کریماً ہے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ اُن کی فرمانبرداری کرے، اُن پر جان و مال خرچ کرے، ان کی نافرمانی سے بچے، گناہ کا حکم دیں تو نہ مانے۔ اولاد ماں باپ سے اس طرح گفتگو کرے کے جسطرح ایک خطاکار زاخرید غلام ایک سخت مزاج آقا کیساتھ گفتگو کرتا ہے۔

حدیث:

(۱) اللہ کی رضا مندی ماں باپ کی رضا مندی میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(۲) ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک راہ میں ایسے گرم پتھر ہوں کہ اگران پر گوشت کا ایک ٹکڑا ڈالا جائے تو کباب ہو جائے ایسی راہ اگر ۶ میل ہو اور اس پر اگر میں اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے جاؤں تو کیا اب اس کا حق ادا ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے پیدا ہونے میں جسقدر دردوں کے جھٹکے اس نے اُٹھائے ہیں شاید یہ ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

(۳) کافر ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں ہے البتہ زندہ ہیں تو ہدایت کیلئے دُعا کریں۔

(۴) تین دعائیں قبول ہیں۔ (۲) والد کی دعا اولاد کیلئے (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

(۵) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے اوپر ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے۔ چونکہ لڑکے عموماً بہ نسبت والد کے والدہ کے

ساتھ نافرمانی ضد ہٹ دھرمی کا برتاؤ زیادہ کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے ان احادیث میں والدہ کی حقوق کی زیادہ تاکید کیگئی ہے۔

بعض لڑکے اپنے والدین کی تھوڑی بہت خدمت کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا حالانکہ یہ سراسر غلط ہے ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میری والدہ بوڑھی ہے میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں، پلاتا ہوں، وضو کراتا ہوں اپنے کندھوں پر سوار کر کے جھاں اُسے جانا ہوئے جاتا ہوں تو کیا اس قدر خدمت کرنے کے بعد میں نے اُسکے احسانات کا بدلہ پورا کیا آپ نے ارشاد فرمایا نہیں ابھی تو ۱۰۰ میں سے ایک حصّہ بھی ادا نہیں ہوا۔ لیکن تو نے بہت اچھا کیا اور اللہ تعالیٰ تجھے اسقدر کم خدمت پر بھی بہت ثواب عطا کر دیگا۔

ماں باپ کی اطاعت کا بدلہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی، اور ان کی نافرمانیوں کی سزا آخرت میں بھی ملے گا اور دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

تمام احادیث پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ والدین کے حقوق دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ان کی زندگی میں اولاد پر واجب ہیں دوسرے وہ جو ان کے مرنے کے بعد اولاد پر عائد ہوتے ہیں۔

زندہ رہنے پر حقوق والدین

۱۔ ماں باپ کا پورا پورا ادب کرنا ۲۔ تعظیم سے اور نرمی سے ان سے بات کرنا ۳۔ بلا اجازت ان کے آگے نہ چلنا نہ۔ ۴۔ غصّہ اور سختی سے ان سے بات نہ کرنا ۵۔ تمام جائز باتوں میں ان کی اطاعت کرنا۔ ۶۔ اپنی استطاعت کے مطابق انکی زندگی کی ضروریات پرا کرنا۔ اور اگر وہ محتاج نہ ہوں تو مالی خدمت مستحب ہے۔

مرنے کے بعد کے حقوق والدین۔

(۱) دعاء مغفرت کرنا۔ (۲) ان کے وعدوں اور عہدوں کو پورا کرنا۔ (۳) ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (۴) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلارحمی کرنا۔ (۵) ایصال ثواب بشرط استطاعت کرنا۔ (۶) عبادات جیسے حج فرض تھا تو انکی طرف سے ادا کرنا بشرط استطاعت۔

حق اولاد

اولاد یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونوں کے حقوق جو والدین کے ذمہ ہیں وہ یہ ہے کہ اُن کی دینی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی تربیت کرے، اچھی تعلیم دلوائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ-- (تحریم ٦) اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے۔ (یعنی اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچا کر ذمہ داری کو کامل مت سمجھو جب تک کہ اپنے خاندان کو اپنی حد استطاعت تک نہ بچاو۔) اس لحاظ سے ایک امانت اولاد بھی ہے جو ماں باپ کی گردنوں پر ہے کہ ان سے اولاد کے بارے میں یوم قیامت پوچھ ہوگی۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ [الطور : ٢١]

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مر جاتا ہے تو اسکے اعمال بند ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے لوگ بعد میں فائدہ اٹھائیں۔ (۳) وہ نیک اولاد جو اسکے لیے دعا و خیر کرے۔ یہ دراصل تربیت صالحہ کا نتیجہ ہے کہ مرنیکے بعد بھی دعاء خیر ایک صدقہ جاریہ کی کیفیت اختیار کر لیتی ہے۔

والدین اس جانب آج کل زیادہ توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ اُن کو یہ پتہ نہیں رہتا کہ بچہ کدھر جاتا ہے، کس کے ساتھ رہتا ہے، دوست کسی قسم کے ہیں، بچہ کب واپس آتا ہے۔ والدین کیلئے ایسی صورتحال میں صدقہ جاریہ تو نہیں ہو سکیگا البتہ یوم قیامت اس لاپروائی کی پُرسش ضرور ہو گی۔

اولاد کا حق یہ بھی ہے کہ ماں باپ اُن پر خرچ کرین اور والدین سب کے ساتھ انصاف کریں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی کو کسی پر فضیلت دینا ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔ بچہ عزیز تر یعنی بچہ پیارا ضرور ہے لیکن اُسکی تربیت اس سے زیادہ پیاری ہونی چاہئیے۔ آجکل مغربی تہذیب کی گرویدگی اور شب و روز منکرات میں گزر رہے ہیں۔ بچے تاریک ادب دینی علم سے برہنہ۔ اسلامی تقاضوں سے ناواقف، جس قوم کے نونہال ایسے ہوں اس قوم کا مستقبل کیا ہو گا۔ وہ خوش خوئی و خوص خصالی کہاں سے آئیگی جبکہ ان کی تربیت ہی نہیں کیگئی ہو۔ قلب و نظر کی صفائی اور ذہن

وفکر کی جِلاء کیلئے ماں باپ کا خون پسینہ ایک ہونا پڑتا ہے۔ بہر حال اسبات کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ماں باپ دنیوی مشغولیات میں اسقدر مگن ہیں کہ گاہے ماہے (کبھی کبھار) بھی اولاد کی دینی اور اخلاقی تربیت کی طرف دھیان نہیں دیتے دھیان اگر دیتے ہیں تو اسقدار کہ بس کسی مدرسہ میں دنیوی تعلیم کے خاطر شریک کردیا اور یہ سمجھ لیا کہ ذمہ داری پوری ہو گئی۔ صبح سویرے کے گئے شام دیر سے گھر واپس ہونا یہ نظام برسوں چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ باپ بیٹے سے ملاقاتیں بھی ہفتہ و عشرہ ہی میں ہو جاتی ہیں۔

حدیث۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے یہاں لڑکا پیدا ہو اُسکے تین فرض ہیں۔ (۱) اچھا نام رکھے۔ (۲) تعلیم دے جو دین و دنیا میں مفید ہو (۳) جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے اور نہ کیا اور اس لڑکے نے بدکاری کی تو اس کا گناہ باپ پر ہو گا۔

قرابت داروں کے حقوق: ان میں زیادہ قریب بھائی بہن، چچا، تایا، ماموں، خالہ وغیرہ ہیں جیسا کہ ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ [الإسراء: ٢٦] رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی مال سے جان سے خُلق سے کرنے کا حکم ہے۔ان سے ملاقاتیں، تحفے یا ان کے حاجات کا خیال رکھنا صلہ رحمی ہے۔ وقت کے ساتھ آپسی فراغدلی اور مروت، تنگ دلی اور حسد سے بدل رہی ہے یہ دین دوری، دین بیزاری اور قلّت ایمانی کا نتیجہ ہے۔ قطعی رحمی سے منع کیا گیا ہے سورہ محمد آیت ۲۲-۲۳- ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ۲۲-۲۳] (اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو، یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

رشتہ داری کے حقوق اور رشتہ داروں کے آداب سے مسلمان ناواقف ہونیکی وجہ سے بڑے جگر خراش مناظر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کی تفصیلات وقت چاہتی ہیں اسلئے مختصراً اشعار کی صورت میں اشارہ کر دیتا ہوں۔

عجب سلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں رشتہ دار
جدا ہوے تو دھواں دیں ملے تو جلتے ہیں

کرتا ہوں ہر کسی پہ فدا جان و دل مگر
ملتے ہیں پھر بھی لوگ بڑی بے رُخی کیساتھ

جو بھلائی ہو سکے یہ جان کر کیجیئے نفیس
آج جو صورت ہے ممکن ہے وہ آئندہ نہ ہو

اس طرح حقوق پڑوسی کے اور حقوق حاکم و محکوم کے ہیں اسکی تفصیل الوقت ناممکن ہے۔

اسوقت بیوی شوہر کے باہمی حقوق کو سنیے۔ شوہر کیلیئے ضروری ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرے اور بیوی کیلیئے ضروری ہے کہ شوہر کے حقوق، جیسا کہ سورہ البقرہ آیت ۲۲۸ میں آتا ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ

عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ اور خدا غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔

عورتوں کیلئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔ اسلام میں مردوں کے حقوق عورتوں پر اور عورتوں کے حقوق مردوں پر لازم کیے گئے ہیں۔ اسکی رو سے عورت خود مختار اور آزاد ہے وہ اپنی جان و مال کی ایسی ہی مالک قرار دیگئی جیسے مرد۔ کوئی شخص خواہ باپ دادا ہی ہو، بالغ عورت کو کسی شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اگر عورت اس کو نا منظور کر دے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ اُسکے مال میں بغیر اُسکی اجازت کے کسی مرد کو کسی قسم کے تصرّف کا کوئی حق نہیں ہے۔ شوہر کے مر جانے یا اُس کے طلاق دیدینے پر وہ خود مختار ہے کوئی اس پر جبر نہیں کر سکتا۔ اپنے رشتہ داروں کی میراث میں بھی اسکو ایسا ہی حصّہ ملتا ہے جیسا لڑکوں کو۔ اسپر خرچ کرنے اور اسکو راضی رکھنے کو شریعت محمدیہ نے ایک عبادت قرار دیا۔ شوہر اگر عورت کے حقوق واجبہ ادا نہ کرے تو اسلامی عدالت کے ذریعے اسکو اداء حق پر عورت مجبور کر سکتی ہے ورنہ طلاق پر مجبور کر سکتی ہے۔ حقوق طرفین مساوی ہونیکے باوجود اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کا تفوُّق اور حاکمیت عطا فرمائی ہے۔ یہ فضیلت مرد کو عقل اور قوت کی بناء پر دیگئی ہے۔ اور اس میں بہت بڑی حکمتیں ہیں یہ فضیلت کی بناء پر مرد کی ذمہ داری میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں محبت و مروت ہو جسکی بناء پر خوش خلقی اور عفو و درگزر سے کام لیتے رہیں۔ جیسا کہ سورہ نساء آیت ۱۹ میں آتا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (اور عورتوں کے ساتھ

اچھی طرح گزارہ کرو) حیات انسانی کا ایک اہم شعبہ آدمی کی ازدواجی زندگی ہے اور اس اہم شعبہ میں جسقدر خرابیاں نقائص اور بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں اُسکے اسباب اسکے سوا کچھ بھی نہیں ہیں کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے رسول کے دیے ہوئے پیغام اور کیئے ہوئے نقشوں سے ناواقف رہتا ہے۔ جسکے نتیجے میں دوسروں کی نقالی اور اپنی من مانی پر ازدواجی گاڑی چلانا چاہتا ہے جو نہیں چل سکتی۔ اور زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نیک اور متقی مؤمن کیلیئے تقوی خداوندی کے بعد نیک بخت عورت سے زیادہ کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔ اگر یہ اسکو حکم دے تو وہ اسکی اطاعت کرے اور اگر اسکو دیکھتا ہے تو وہ آسکو خوش کرے اور اگر وہ کسی بات پر قسم دیتا ہے تو پورا کرے چاہے وہ عورت کے نزدیک اچھی ہو یا بری، بہر صورت اپنی خاوند کی خواہش کو پوری کرتی ہے اور اگر شوہر غیر حاضر ہو تو اپنی حفاظت کرتی رہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ خرج میں احتیاط کرتی ہے خیانت نہیں کرتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کی شرط پوری کرنے کا سب سے زیادہ خیال رکھو یعنی مہر ادا کرو (اِسی کو اُدھار رکھا جا رہا ہے) اسکو کھانے کو دو، رہائش کیلیئے مکان دو، اچھا برتاؤ کرو، خوش اخلاقی سے پیش آو، اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے میں مجبور نہ کرو۔ اسی طرح معاملہ نفقہ (بیوی کا روٹی کپڑا، ضروریات زندگی، بال بچوں کا خرچ) کا ہے کہ اگر ایک شخص کی اتنی آمدنی ہے کہ اگر وہ ماں باپ پر خرچ کرے تو بیوی کو نہیں دے سکتا اور اگر بیوں کو دے تو ماں باپ کیلیئے نہیں بچتا تو ایسی صورت میں بیوں پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ اور ماں باپ کو دینا اسپر ضروری نہیں ہے۔ اور بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر سے اُسکے ماں باپ سے علحدہ اور جدا رہنے کا مطالبہ کرے پس اگر وہ اسبات کی خواہش کرے اور ماں باپ اپنے

ساتھ شامل رکھنا چاہے تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان کے ساتھ شامل رکھے بلکہ شوہر پر واجب ہے کہ اس کو جدا رکھے ۔اگر ماں باپ کہیں کہ بلاوجہ شرعی ، بیوی کو طلاق دیدے تو ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔ اور اگر ماں باپ جبر کرتے ہیں تو وہ گناہگار ہیں۔ بیویوں کے حقوق کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ جسقدر میری طاقت تھی میں نے اپنی بیویوں کے درمیان.برابر کی تقسیم کی اور جو میرے قبضہ میں نہیں اُس کا تو مالک ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں بھلائی کرنیکی میری وصیت قبول کرو اسلئے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیگئی اور سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے پس اگر تو پسلی کو سیدھا کرنا چاہیگا تو وہ ٹوٹ جائیگی اور اگر اس کے حال پر چھوڑو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہی گی ۔اسی طرح عورتوں کا حال ہے کہ ان کے اندر پیدائشی طریقہ پر اعمال واخلاق، عادات واطوار میں ٹیڑھاپن ہے۔اگر سیدھا کرنا چاہے تو طلاق تک نوبت پہنچیگی۔ پس چشم پوشی ، عفوودرگزر سے کام لیا کریں۔

آپ نے ارشافرمایا کہ مسلمان مرد اپنی عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر کوئی بات اسکی ناگوار ہوگی تو ضرور دوسری بات اس کو خوش کر دیگی ۔ مقصد یہ ہے کہ تمام عادات و اخلاق بُرے نہیں رہتے ہیں ان کی بد عادتوں پر صبر کرنا چاہئیے۔ بیوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے اُسکی دل داری اور پاسداری کرنا چاہیئے۔
یہ عمومی مزاج مردوں کا ہو گیا ہے کہ عورت صبح جلد اٹھے سارے گھر کی صفائی پھر ناشتہ کا انتظام کپڑے دھونا۔ بستر صاف کرنا۔ رات ہوتے ہی شوہر کے پیر دبانا۔ یہ مزاج اسلامی نہیں ہے۔ عورت شرعاً، ان سب باتوں کی ذمہ دار نہیں ہے یہ تقلید

حاضر کسی پڑوس قوم کی ہو سکتی ہے اگر عورت اپنی طرف سے کچھ کر دیتی ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ ورنہ مرد کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس پر مجبور کرے اور رُعب (ڈر) ہی رعب میں آدھا کر دے اور وہ عورت حالات کی مجبوری اور وقت کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے ان سب باتوں کو سہے جاتی ہے یہ ظلم ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک و برتاؤ کرے کیونکہ میں تم میں سب سے زیادہ بہتر ہوں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ۔ یعنی میرا سُلوک اپنی بیویوں کے ساتھ تم سب میں بہتر ہے اور تم پر میرے پیروی اور اتباع ضروری ہے۔ بیویاں خاوندوں کی ملکیت نہیں ہوتی اور نہ ان کی زر خرید خادمائیں ہوتی ہیں بلکہ مہر کے بدلہ میں عورت کے ایک چھوٹے سے چھوٹے حصّہ کو خریدا جاتا ہے لہٰذا خاوند اپنے نقصان پر عورتوں کو مارنا درست نہیں ہے آجکل تو بات طمانچوں پر ہی ختم نہیں ہو رہی ہے بلکہ جوتوں چپلوں، لکڑیوں سے مارتے ہوئے بھی دینداری کے زمرہ میں ہیں۔

حدیث -آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو مال دے تو اول اپنے اوپر اور اپنے بیوی، بچوں پر خرچ کرو، اگر وہاں سے بچے تب اوروں کو دو۔

فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ مسلمان خاوند اپنی بیوں کو چار باتوں پر مار سکتا ہے

(۱) یہ کہ خاوند چاہے کہ وہ بناؤ سنگار کرے اور اچھے کپڑے پہنے لیکن وہ نہ کرے۔

(۲) یہ کہ خاوند صحبت کرنے کا ارادہ کرے اور وہ بلا عذر شرعی نہ مانے۔

(۳) یہ کہ حیض اور جنابت سے غسل نہ کرے اور یوں ہی پھرتی رہے۔

(۴) یہ کہ نماز چھوڑنے کی عادی ہو۔

ان چار صورتوں کے علاوہ بد چلن ہونیکی بناء پر بھی مار سکتا ہے۔

عمل میں اصول کے خلاف افراط و تفریط جہالت کی علامت ہے ایک شوہر اپنی بیوی سے برتاؤاور ادائیگی حقوق میں شرعی دائرے سے باہر نہ نکلے۔مار پیٹ کا جواز ملا تو مارنے مین مارشل آرٹ اور جوڈو کا مظاہرہ نہ کرے۔خوش خلقی اور محبت و مروت کی ترغیب دیگئی توزن مریدی کی حدوں سے نکل گئے اس سے فرصت ہوئی تو بقیہ اوقات برادرزن کے ساتھ یا خاندان زن میں ہی گزار دیے اور زبان پر یہ ورد ہے

اس سے بڑھکر اور کیا محدود ہونگے مشغلے
زندگی منسوب کر دی ہے تمھارے نام سے

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے اپنی زبان کی لغزش اور قلم کی بے راہ روی سے پناہ مانگتا ہوں اور ایسے تمام اقوال کی بخشش چاہتا ہوں جو مطابق اعمال نہ ہوں

ایسا رہا کرو کہ کرین لوگ آرزو
ایسا چلن چلو کہ زمانہ مثال دے

ہم سب دعاگو ہیں کہ موصوف کی زندگی مشکللات و مصائب سے پاک ہو اور موصوف اپنے وطن میں خوش وخرم اپنی زندگی گزاریں

مسافر ہیں ہم بھی مسافر ہو تم بھی
کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وجملہ معاونین و اہل وعیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

خادم تدریس القرآن

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی